باپ

زینہ ہے جو لے جاتا ہے اونچائی تک

امام عبدالاول بن عیسیٰ بن شعیب بن ابراہیم سجزی
(۴۵۸ھ-۵۵۳ھ)

امام عبدالکریم بن محمد سمعانی
(۵۰۶ھ-۵۶۲ھ)

از: فاروق خان مہائمی مصباحی

مولیٰ علی ریسرچ سینٹر

امام سجزی بہت بڑے عالم تھے،

بہت بڑے محدث،

بہت بڑے زاہد و متقی،

ابوالوقت، شیخ الاسلام، مسند الآفاق آپ کے القاب تھے۔

نام تھا: عبدالاول بن عیسیٰ بن شعیب بن ابراہیم۔

علمی بلندی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ

ابنِ عساکر امام سمعانی اور ابن جوزی جیسے جلیل القدر محدثین آپ کے شاگرد ہیں۔

آپ کے ایک اور مشہور شاگرد ہیں:

امام یوسف بن احمد شیرازی،

اُن کا بیان ہے:

میں بڑی دور کا سفر کرتے ہوئے،

اپنے استادِ محترم امام سجزی کی خدمت میں حاضر ہوا،

سلام و دست بوسی کے بعد،

اپنی فیلنگ کا اظہار کچھ اس طرح کرنے لگا:

”حضور شیراز سے پیدل چل کر آیا ہوں،

صرف آپ کی خاطر،

تا کہ آپ کی برکتوں سے مالا مال ہوسکوں۔“

یہ سن کر امام سجزی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے،

شاید کسی کے احسانات یاد آ گئے تھے انھیں،

جس کی وجہ سے آج وہ اس مقام تک پہنچے تھے،

پھر کچھ دیر بعد کہنے لگے:

" بیٹا!

میں نے بھی تمھاری طرح پیدل سفر کیا تھا،

ہرات سے بونشنج تک،

میری عمر اُس وقت دس سال کی بھی نہ تھی،

میرے والد میرے ساتھ تھے،

ان کی تربیت کا انوکھا انداز تھا:

وہ میرے دونوں ہاتھوں میں ایک ایک پتھر رکھ دیتے،

اور کہتے اسے لے کر چلو،

میں ان کے ڈر سے پتھر لے کر چلنے لگتا،

وہ مجھے دیکھتے رہتے،

جب انھیں لگتا کہ میں کچھ تھک گیا ہوں،

تو ایک پتھر لے کر پھینک دیتے،

میں کچھ راحت محسوس کرتا،

اور دوسرا پتھر لیے چلنے لگتا،

کچھ دور چلنے کے بعد مجھ سے پوچھتے:

تھک گئے کیا؟

میں مارے ڈر کے کچھ نہ کہتا،

چلتا رہتا،

تو ڈانٹ کر کہتے:

جب تھکے نہیں ہو، تو اتنا آہستہ کیوں چل رہے ہو؟

یہ سن کر میں تیز چلنے لگتا،

جب انھیں لگتا کہ اب میں پتھر لے کر اور زیادہ نہیں چل پاؤں گا،

تو دوسرا پتھر بھی لے کر پھینک دیتے،

مجھے کچھ راحت ملتی،

میں پھر چلنے لگتا،

اب جب انھیں لگتا کہ میں تھک کر نڈھال ہو گیا ہوں،

تو مجھے پیٹھ پر اٹھا لیتے اور چلنے لگتے۔

راستے میں کئی لوگ ملتے،

مجھے پیدل چلتا دیکھتے، تو والد صاحب سے کہتے:

عیسیٰ! آؤ! ہماری سواری پر بیٹھ جاؤ،

ہم تمھیں بوشنج چھوڑ دیں گے۔

میرے والد صاحب کہتے:

معاذ اللہ!!! معاذ اللہ!!!

ہم رسول اللہ کی حدیث سیکھنے نکلے ہیں،

اور تم کہتے ہو: ہم سوار ہو جائیں،

ہرگز نہیں،

ہم پیدل ہی جائیں گے۔
اور میری طرف اشارہ کر کے فرماتے:
اگر یہ تھک جائے گا تو میں اسے اپنے سر پر بٹھالوں گا،
حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا یہی تقاضا ہے۔"
[ایسا وہ اس لیے کرتے،
تا کہ بچے کے دل میں حدیث رسول کی عظمت بیٹھ جائے،
اور اس لیے بھی تا کہ بچہ آرام طلب نہ ہو جائے،
اور چھوٹی چھوٹی بات پر ترکِ تعلیم نہ کر بیٹھے۔]
امام سجزی فرماتے:
"بیٹا!
یہ اُنھی کی تربیت کا ثمرہ ہے کہ
آج معاصرین میں کوئی میرے ہم پلہ نہیں،
یہ اُنھی کی نیک نیتی کی برکتیں ہیں کہ
آج دنیا کے کونے کونے سے لوگ آتے ہیں،
میرے سامنے زانوے تلمذ تہہ کرتے ہیں،
اور علمی تشنگی بجھاتے ہیں۔
یہ اُنھی کی برکتیں ہیں۔۔۔
یہ اُنھی کی برکتیں ہیں۔۔
باپ زینہ ہے جو لے جاتا ہے اونچائی تک ۔۔۔

امام سجزی ہی کہ شاگرد ہیں امام سمعانی،
استاد ہی کی طرح بہت بڑے عالم،
بہت بڑے محدث،
فقہ وادب - وعظ وخطابت - تقویٰ وطہارت،
سب میں یکتا و بے نظیر۔
علمی عظمت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ
آپ کے اساتذہ کی تعداد سات ہزار ہے،
جو اپنے آپ میں ایک علمی ریکارڈ ہے۔
۶۸ر کتابوں کے مصنف ہیں،
جن میں سے اکثر کئی کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔
بیس سال تک مسلسل سفر میں رہے،
اتنے ملکوں اور شہروں کا سفر کیا،
جس کی فہرست ہی دیکھ کر ہم دنگ رہ جائیں،
کہ آخر طلب علم کی یہ تڑپ اور اس قدر شوق،
ایک انسان میں کیوں کر پیدا ہوتا ہیں۔
آیئے یہ حیرت دور کریں،
اور امام سمعانی کے بچپن کا واقعہ سنیں:
امام سمعانی خراسان کے شہر مرو کے رہنے والے تھے،

تین سال کے رہے ہوں گے،

جب ان کے والد نے مرو کے مشہور محدثین کی شاگردی اختیار کروادی تھی۔

جب ساڑھے تین سال کے ہوئے،

تو والد صاحب انھیں محدثین کے شہر نیشاپور لے گئے،

وہ، اِنھیں علم حدیث کی درس گاہوں میں بٹھاتے،

یہ، محدثین سے جو احادیث سنتے یا محدثین جو املا کرواتے،

والد صاحب اسے اپنے بچے کے لیے لکھ لیتے،

اور محدثین سے ان کے لیے اجازتِ حدیث کی سند حاصل کر کے،

سب محفوظ کر لیتے،

تاکہ عبدالکریم جب بڑے ہو جائیں گے،

تو اِن نقول سے استفادہ کریں گے،

اور احادیث بھی روایت کر سکیں گے۔

والد صاحب کی یہ محنت اور دور اندیشی کا نتیجہ تھا کہ

کم عمری ہی میں بڑے بڑے محدثین سے اکتساب فیض کر کے،

امام سمعانی اپنے اقران پر فائق ہو گئے تھے۔

امام سمعانی ابھی چار سال کے نہیں ہوئے تھے،

کہ ان کے والد کا سایہ ان کے سر سے اٹھ گیا،

انا للہ وانا الیہ راجعون۔۔۔

مگر جاتے جاتے وہ دو بہت اہم کام کر گئے،

ایک تو یہ کہ بچے کے دل میں علمِ دین کا شوق پیدا کردیا،
اور دوسرا یہ کہ اپنے بھائیوں کو بچے کی صحیح تعلیم و تربیت کرنے کی وصیت کردی۔
امام سمعانی اپنے چچاؤں کی نگرانی میں پڑھتے رہے،
حفظ کیا،
فقہ و حدیث میں مہارت حاصل کی،
اور زبان و ادب میں ملکہ پیدا کرلیا،
ان کے چچا انھیں اپنی آنکھوں سے اوجھل ہونے نہ دیتے،
اور امام سمعانی کو ان کی یہی محبت پسند نہ آتی،
کیوں کہ امام سمعانی نے امام فراوی کے بارے میں سن رکھا تھا کہ
وہ علم حدیث میں زبردست ملکہ رکھتے تھے،
اور صرف تین واسطوں سے امام مسلم کے شاگرد تھے،
ان سے علم حاصل کرنے مطلب تھا کہ
امام سمعانی کو کئی علمی بلندیاں ایک جھٹکے میں نصیب ہوجاتیں،
خوب سے خوب تر حاصل کرنے کا جو شوق والد نے ان کے دل میں پیدا کیا تھا،
وہ انھیں بے چین کیے رہتا کہ
کسی طرح، امام فراوی کی بارگاہ میں پہنچا جائے۔
وہ بار بار اپنے چچاؤں سے سفر کرنے کی اجازت لینے جاتے،
مگر ہر بار ناکام و نامراد لوٹتے،
یہ چیز انھیں اندر ہی اندر کھائے جاتی،

کیوں کہ امام فراوی کی عمر ۹۰ ر سال کی ہو چکی تھی،
اور کب لقائے الٰہی ہو جائے، کچھ کہا نہیں جا سکتا تھا،
کئی مہینوں تک منت سماجت کرنے کے بعد،
آخر کار، اجازت مل ہی گئی،
مگر تنہا نہیں،
ان کے ایک چچا 'حضرت احمد بن منصور' کو ان کے ساتھ کر دیا گیا،
پھر وہ وقت بھی آیا:
جب امام فراوی سے سماعتِ حدیث فرما کر اپنا ایک علمی شوق اور پورا کیا،
جب ان کی یہ آرزو پوری ہو گئی،
تو چچا نے گھر لوٹنے کا ارادہ ظاہر فرمایا،
امام سمعانی کو اندازہ تھا کہ
"اگر میں ان کے ساتھ گھر لوٹتا ہوں،
تو زندگی پھر ان کی نگرانی میں قید ہو جائے گی،
اور میں پھر کہیں جا کر علم دین حاصل نہیں کر پاؤں گا۔"
اس لیے:
امام سمعانی نے پھر وہ کیا،
کہ اگر نہ کرتے تو تاریخ کبھی اُس کا مشاہدہ نہ کر پاتی۔
اور نہ ہی ہم تم یہ واقعہ پڑھ رہے ہوتے،
ہوا کچھ یوں کہ

امام سمعانی کہیں چھپ گئے،
اور اس دن کا انتظار کرنے لگے،
جب ان کے چچا، انھیں تلاش کر کر کے تھک جائیں گے،
اور نہ چاہتے ہوئے تنہا گھر لوٹنے پر مجبور ہو جائیں گے،
اس کے بعد جہاں دل چاہے گا، وہ جائیں گے،
اور اپنی علمی پیاس بجھائیں گے۔
کئی دن اسی طرح گزر گئے،
لیکن چچا،
گھر گھر،
گلی گلی،
کوچہ کوچہ،
انھیں تلاش کرتے رہے،
خود بھتیجے سے ہی چچا کی یہ تکلیف دیکھی نہ گئی،
بادلِ ناخواستہ، چچا کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کی،
اور پھر دونوں گھر لوٹ آئے۔
اِس واقعے کے بعد پھر چچاؤں نے انھیں کبھی نہ روکا،
اور وہ ایک کے بعد ایک علمی مقام و مرتبہ حاصل کرتے گئے،
اور اس زمانے میں،
اِس رتبے کا کوئی اور عالم دیکھا نہ گیا۔

یہ سب کرامات تھی اس علمی شوق کی،
جو بچپن ہی میں والد نے ان کی گھٹی میں پلا دی تھی،
باپ زینہ ہے، جو لے جاتا ہے اونچائی تک۔۔۔

مولا علی ریسرچ سینٹر کی دیگر کتابیں

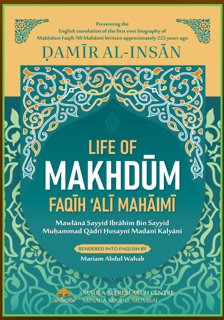

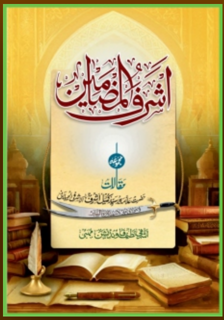

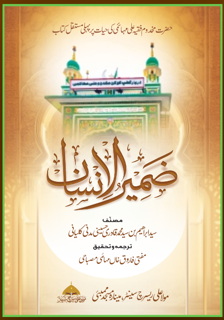

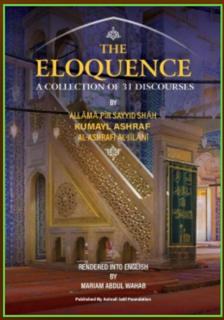

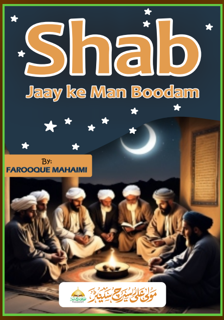

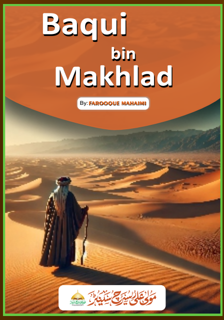

مولیٰ علی ریسرچ سینٹر

MAULA ALI RESEARCH CENTRE
MINARA MASJID, MUMBAI